ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی ☆

دور اول کے جنگی معرکوں میں خواتین کا کردار

ہمارا موجودہ زمانہ افراط وتفریط کا ہے۔ جہاں تک خواتین اور جنگی معارک میں ان کی شرکت کا تعلق ہے، عام طور پر لوگ افراط وتفریط میں مبتلا ہیں۔ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو عورتوں کی مکمل آزادی اور مردوں کے ساتھ ان کی ہمسری کے دعوے دار ہیں اور یہ جملہ کہ ''عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کر سکتی ہیں'' ہماری روزمرہ کی زندگی اور صحافت میں عام ہو چکا ہے اور عملی حقیقت بھی یہی ہے کہ عورتیں ہر میدان میں مردوں کے ساتھ کام کرتی نظر آتی ہیں، خواہ وہ سرکاری دفاتر ہوں، خواہ تجارتی کمپنیاں اور بینک یا ہسپتال اور اسی قسم کے دوسرے بیسیوں ادارے۔ فوج میں بھی اب خواتین کو خاصی نمائندگی دی جاتی ہے۔ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو صدیوں کی تہذیبی اور مقامی روایات کے سبب عورتوں کو بالکل پردے اور چار دیواری میں دیکھنا چاہتے ہیں، جیسے افغانستان، سعودی عرب میں یا ہمارے ملک کے مختلف طبقات کے نزدیک۔

اسلام کی اولیں تاریخ میں خواتین کے کردار سے بے خبری کے سبب یہ بات عام ہوگئی ہے کہ عورتوں کا اسلامی جہاد میں کوئی کردار نہیں، اس لیے آج کے زمانے میں ان کی فوجی خدمات غیر ضروری بلکہ خلاف اسلام ہیں۔ لیکن اگر ہم اسلامی تاریخ بنظر غائر پڑھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ کوئی شک نہیں کہ اسلام میں عورتوں کی اس آزادی اور خودسری کا تصور ہرگز نہیں جو مغربی تہذیب کے اثر سے ہمارے معاشرے میں عام ہے، نہ اسلام نے عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ بے پردگی اور بے مہار آزادی کے ساتھ کام کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس قسم کی قیود جو افغانستان یا سعودی عرب میں ہیں، یہ ایک طرح کی تفریط ہے لیکن عورتوں کی وہ آزادی جو ہم اپنے ملک، مصر، شام اور عراق وغیرہ میں دیکھتے ہیں، اس کی بھی اسلام میں گنجایش نہیں۔ عورتوں کو معاشرے میں مختلف کام کرنے کی اسلام نے یقیناً آزادی دی ہے، لیکن حدود وقیود کے ساتھ جس کا ایک نمونہ موجودہ ایران میں نظر آتا ہے۔ عہد نبوی میں بھی کچھ خواتین تجارت کرتی تھیں اور ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بازار کی نگرانی پر مامور تھی۔ لیکن فی الوقت ہمارا موضوع جہاد اور خواتین ہیں، بالفاظ دیگر فوجی خدمات کا کردار۔ ہماری تاریخ کا یہ وہ پہلو ہے جس سے بہت سے پڑھے لکھے بلکہ اکثر اسلام پسند لوگ بھی بے خبر ہیں۔

کتب حدیث، سیرت نبوی اور تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بعض معرکوں میں خواتین

☆ محقق، مورخ، مصنف۔ 5۔ گلی P۔ خیابانِ سحر۔ فیز 6۔ ڈیفنس۔ کراچی

شریک ہوا کرتی تھیں۔ غزوۂ احد کے موقع پر خود آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ بعض دوسری صحابیات (ام سلیم، ام سلیط) کے ساتھ زخمیوں کو پانی پلانے اور ان کو شہر منتقل کرنے میں مشغول تھیں اور ایک مشہور صحابیہ حضرت ام عمارہؓ نسیبہ بنت کعب تو تلوار لیے باقاعدہ کافروں سے جنگ کر رہی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہی تھیں۔ وہ ناپاک کافر ابن قمئہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کرنے کے لیے بڑھا تھا، اس پر حضرت ام عمارہ نے تلوار کا وار کیا، لیکن چونکہ وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا، اس لیے اس وار کا اس پر اثر نہ ہوا اور بھاگتے ہوئے اس نے حضرت ام عمارہؓ پر وار کیا۔ اس سے ان کو کاری زخم لگا جس کو انہوں نے برداشت کیا۔ ان کے ساتھ ان کے بیٹے بھی اس جنگ میں لڑ رہے تھے۔ حضرت ام عمارۃ نے اس موقعے پر کئی کافروں کو قتل کیا۔ ان کی بہادری کے جوہر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: من تطیق ما تطیقین ام عمارۃ (کس میں اتنی طاقت ہے جو ام عمارہ میں ہے؟) ام عمارہ پھر جنگ خیبر میں بھی شریک تھیں اور جنگ یمامہ میں تو انہوں نے وہی بہادری کے جوہر دکھائے جو جنگ احد میں دکھائے تھے۔ وہ مسیلمہ کذاب کو اس جنگ میں اپنے بیٹے عبداللہ کی شہادت کے بعد ذاتی طور پر قتل کرنے کے درپے تھیں، لیکن جب وہ اس کے قریب پہنچیں تو دور سے وحشی قاتلِ حمزہ کا، جو مسلمان ہو چکے تھے، بھالا مسیلمہ کذاب کے لگا جس نے اس کی جان لے لی۔ ام عمارہ کے علاوہ ام عطیہ اور ام سلیم وغیرہ کی جنگ احد اور خیبر میں شرکت کا ذکر ہمیں سیرت و تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے، بلکہ امام بخاری نے تو 'کتاب الجہاد' میں ایک خاص باب عورتوں کے جہاد یا فوجی خدمات کے متعلق باندھا ہے۔ یہ باب ۶۵ ہے اور اس کا عنوان ہے 'غزو النساء وقتالھن مع الرجال' (عورتوں کی غزوات میں شرکت اور مردوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنا)۔

اس کے علاوہ انہوں نے متعدد دوسرے ابواب میں خواتین کا جہادی معارک میں زخمیوں کا علاج کرنے، پانی پلانے اور شہیدوں کو مدینہ منتقل کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔ مذکورہ باب ۶۵ سے لے کر باب ۶۸ تک چند احادیث فوجی کارروائیوں میں خواتین کی شرکت سے ہی متعلق ہیں۔ باب ۶۸ 'رد النساء الجرحی والقتلی' (خواتین کا زخمیوں اور شہیدوں کا علاج کرنا اور منتقل کرنا) میں وہی ایک صحابیہ ربیع بنت معوذ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا کرتی تھیں، لوگوں کو پانی پلاتی اور ان کی خدمت کرتی، اور زخمیوں اور شہیدوں کو مدینہ منتقل کرتی تھیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے صحیح بخاری کی شرح میں اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے اس بات کا جواز ثابت ہوتا ہے کہ غیر عورت، غیر مرد کا ضرورت کے موقعے پر علاج کر سکتی ہے۔ ہمارے پیش نظر موضوع سے قطع نظر اس حدیث اور حافظ ابن حجر کی اس تشریح سے اس بات کا جواز ملتا ہے کہ خواتین مردوں کا علاج کر سکتی ہیں۔

یہ تو عہد نبوی سے متعلق غزوات یا جہادی معرکوں میں خواتین کے اکا دکا اشتراک کی مثالیں ہیں، کیونکہ اس زمانے کی لڑائیوں میں افواج کی بڑی تعداد نہیں ہوتی تھی، لیکن عہد نبوی کے فوراً بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جو جہادی معرکے عراق وشام میں پیش آئے، ان میں عورتوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی اور باقاعدہ جنگ میں شریک ہوئیں، خاص طور پر جنگ یرموک جو شام و فلسطین کے رومی حکمرانوں کے خلاف ایک انتہائی فیصلہ کن جنگ تھی اور اس کا اولیں اسلامی تاریخ کی جنگوں میں بہت بڑا مقام ہے، کیونکہ اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح یابی کے بعد ملک شام و فلسطین اور اردن میں رومی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ ہماری قدیم ترین تاریخ یعنی 'تاریخ طبری' میں جنگ یرموک کا ذکر تفصیل سے ہے، لیکن افسوس کہ یہ تاریخ جو

سنین کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے، اس میں جنگ یرموک میں شریک ہونے والے مجاہدین کا علیحدہ تذکرہ نہیں۔ معرکے کی تفصیلات میں ادھر ادھر ہمیں ان کے نام معلوم ہو جاتے ہیں۔ انہی میں ایک انتہائی اہم مجاہد صحابی ضرار بن الازور ہیں جنہوں نے اس معرکے میں زبردست داد شجاعت دی تھی، لیکن افسوس ہے ہماری تواریخ میں معرکہ یرموک کے مشہور ترین دو قائدین حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور خالد بن ولید کے ساتھ دوسرے قائدین شرحبیل بن حسنہ، یزید بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص تو معروف ہیں لیکن ان صف اول کے قائدین کے علاوہ دوسرے درجے کے قائدین جیسے ضرار بن الازور اور رافع بن عمیرہ اتنے معروف نہیں۔ شرحبیل بن حسنہ اور ضرار بن الازور کی قبور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح قبر کے قریب ہی اردن کے پایہ تخت عمان سے ذرا فاصلے پر موجود ہیں اور ہمیں ۱۹۹۲ء میں ان کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ یہاں اس بات کا ذکر فائدے سے خالی نہیں ہوگا کہ حضرت شرحبیل کا نام کچھ عوام الناس نے غلط طور پر پڑھا اور اسی غلط تلفظ سے اپنے بچوں کے نام 'شرجیل' رکھنے لگے جو ہم آئے دن اخبارات میں پڑھتے ہیں، لیکن یہ ایک مہمل لفظ ہے۔ صحیح لفظ شُرَحْبِیل ہے۔

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ تاریخ اسلام کے اس فیصلہ کن اور اہم معرکے میں بہت سی مسلمان خواتین یعنی صحابیات بھی شریک تھیں، ان کا ذکر ہمیں کتب تواریخ میں یکجا نہیں ملتا۔ یہ صرف دوسری صدی ہجری کے مشہور مورخ واقدی (محمد بن عمر) سے منسوب 'فتوح الشام' کا امتیاز ہے کہ اس میں ان مجاہد خواتین اور ان کی جنگی خدمات کا کافی تفصیل کے ساتھ ذکر آیا ہے اور خاص طور پر حضرت ضرار بن الازور کی بہن خولہ بنت الازور کو تو انہوں نے اس جنگ کا ہیرو بنا دیا ہے۔ یہ غالباً 'فتوح الشام' ہی کا اثر ہے کہ ہمارے بعض پڑھے لکھے اور اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے شعرا میں بھی ان خولہ کا نام بہت مشہور ہے۔ اگرچہ اسلامی ثقافت میں ایک دوسری خولہ یعنی خولہ بنت ثعلبہ کتب تفسیر وحدیث میں زیادہ مشہور ہیں، کیونکہ ان کے اللہ سے فریاد کرنے پر اٹھائیسویں پارے میں سورۃ مجادلہ نازل ہوئی تھی۔ 'فتوح الشام' کا جو نسخہ لبنان کا چھپا ہوا متداول ہے اور ہمارے سامنے ہے، اس میں تو جنگ یرموک میں عورتوں کی شرکت سے متعلق علیحدہ سے ایک باب ہے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت خولہ بنت الازور کی فوجی کارروائیوں سے متعلق علیحدہ سے ایک فصل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ فصل کا یہ عنوان ناشر کی طرف سے ہو لیکن ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ فتوح الشام کے جو دسیوں ایڈیشن انیسویں صدی میں شائع ہوئے ہیں، ان کے بارے میں محققین کی رائے یہ ہے کہ وہ واقدی کی اصل کتاب نہیں۔ قدیم کتب جیسے 'فہرست الندیم' (یہی نام درست ہے جو مولف نے اپنے قلمی نسخے پہ لکھا تھا، ابن الندیم غلط مشہور ہو گیا) اور یاقوت کی 'معجم الادباء' اور معاصرین میں سے خیر الدین زرکلی کی 'الاعلام' اور رضا کحالہ کی 'معجم المولفین' وغیرہ میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ واقدی نے 'فتوح الشام' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، اس کے دسیوں قلمی نسخوں کا ذکر عصر حاضر کے ترکی علامہ فواد سیزگین نے اپنی کتاب 'تاریخ التراث العربی' میں کیا ہے۔ اس کتاب کے منظوم ومنثور ترکی تراجم بھی ہو چکے ہیں، لیکن جیسا کہ ہم نے ابھی عرض کیا، محققین اس کی واقدی سے نسبت کے بارے میں بڑے شکوک رکھتے ہیں۔ خود ہمارا خیال بھی یہی ہے کہ اپنی موجودہ صورت میں یہ کتاب واقدی (وفات: ۲۰۷ھ) کی تصنیف نہیں معلوم ہوتی اور اس ذیل میں ہمیں خیر الدین زرکلی، صاحب 'الاعلام' کی یہ بات کہ اس پوری کتاب کی نسبت واقدی سے صحیح نہیں، زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر کتاب کا کچھ مواد واقدی کا لکھا ہوا

ہے اور کچھ بعد کے لوگوں کا اضافہ ہے۔

دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو سرے سے اس کتاب کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارے خیال میں یہ ایک انتہا پسندانہ رائے ہے۔ ہمارے ناقص خیال میں یہ کتاب اپنی موجودہ شکل میں صلیبی جنگوں کے بعد یا اس دوران میں یعنی چھٹی یا ساتویں ہجری میں لکھی گئی ہے۔ اس کا انداز بیان وہ ہے جو دوسری صدی کے اس مصنف کا ہے اور نہ ہی وہ اسلوب نگارش ہے جو مصنف کی دوسری مستند ومتداول کتاب 'المغازی' میں ہے۔ (تحقیق ۱۹۶۶ء Marsden Jones)۔ ہمارے خیال میں کتاب کا بنیادی مواد تو واقدی کی اصل کتاب سے لیا گیا ہے، لیکن اس کی تفصیلات میں جذبہ جہاد کو ابھارنے کے لیے وہ رنگ آمیزی کی گئی ہے جو صلیبی عہد کی دوسری کتابوں میں نظر آتی ہے۔ کتاب کے آخری صفحہ ۲۱۵ وصفحہ ۲۱۸ پر واقدی سے دو تین سو سال بعد کے مصنفین مورخ مسعودی، ابن خلکان اور طبرانی کے ذکر سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ پوری کتاب واقدی کے قلم سے نہیں۔ بہرحال اگرچہ وہ تمام مجاہد خواتین جن کا ذکر اس کتاب میں ہے، ان کے حالات صحابہ وصحابیات سے متعلق قدیم وجدید عربی اور اردو کتابوں میں نہیں ملتے، جن میں 'سیر صحابیات' اور طالب ہاشمی کی مفصل 'تذکار صحابیات' قابل ذکر ہیں۔ لیکن بہرحال جیسے ہم آگے چل کر دیکھیں گے، بعض صحابی مجاہدات کا ذکر ان کتابوں میں بھی ملتا ہے اور سید سلیمان ندویؒ نے پچاس ساٹھ سال قبل اپنے مقالہ ''مسلمان عورتوں کی بہادری'' میں بھی بہت سی ان خواتین کا ذکر کیا ہے۔

واقدی نے جنگ یرموک کے ذکر میں پچیس ان خواتین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اس جنگ میں عملی حصہ لیا اور اپنی تلواروں کے جوہر دکھائے۔ ان میں سرفہرست خولہ بنت الازور (جنہوں نے ایک موقعے پر پانچ کافروں کو قتل کیا) اور عفراء بنت غفارؓ (جنہوں نے چار کافروں کو قتل کیا) ہیں اور ام حکیم اور ام ابان کی بہادری کے قصے بھی فتوح الشام میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان خواتین کے علاوہ واقدی کے بقول قبیلہ لخم، جذام اور قبیلہ خولان کی بہت سی خواتین بھی جنگ یرموک کے معارک میں شریک تھیں۔ ان مجاہد خواتین کی ایک ڈیوٹی یہ بھی تھی کہ میدان جنگ میں فوج کے پیچھے ہاتھوں میں خیموں کے ڈنڈے لے لیں اور اپنے سامنے پتھر جمع کر لیں اور اگر مجاہدین شکست کھا کر واپس بھاگنے لگیں تو وہ ان مسلمانوں پر پتھر برسا کر اور ان کے گھوڑوں پر ڈنڈے چلا کر ان کو غیرت دلائیں اور واپس جنگ کے لیے بھیجیں۔ ان کا ایک کام یہ بھی تھا کہ جو بچے ان کے ساتھ تھے، ان کو ہاتھوں میں اٹھا کر شکست خوردہ بھاگنے والے مجاہدین کو غیرت دلائیں کہ تم اپنی بیوی بچوں کے لیے لڑو۔ مجاہدین کی ہمت بڑھانے کے لیے کچھ خواتین جنگی ترانے بھی گایا کرتی تھیں۔ فتوح الشام کے مصنف نے حضرت خولہ بنت الازور کے ترانے کے چند شعر نقل کیے ہیں جو وہ عود پر جنگی لہجے میں گا رہی تھی:

یا هاربا عن نسوة ثقات — لها جمال ولها ثبات
تسلموهن الی الهنات — تملك نواصينا مع البنات
اعلاج سوق فسق عتاة — ینلن منا اعظم الشتات

مذکورہ بالا خواتین کے علاوہ چند دیگر خواتین کا ذکر 'فتوح الشام' کے مصنف نے امتیازی حیثیت سے کیا جن کے نام صحابہ وصحابیات سے متعلق مشہور ومتداول کتاب 'اصابہ' میں، ہیں۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر، جو گھوڑے پر سوار اپنے شوہر حضرت زبیر بن العوامؓ کے ساتھ جنگ یرموک میں شریک تھیں۔

۲۔ام ابانؓ زوجہ حضرت ابان بن سعید بن العاص، جنہوں نے اس معرکے میں اپنے شوہر کی شہادت کے بعد ان کے قاتل سے بدلہ لیا اور اسے جہنم رسید کیا۔

۳۔ام حکیم بنت الحارث زوجہ عکرمہ بن ابی جہلؓ، جنہوں نے اپنے شوہر کے انتقام میں سات کافر قتل کیے۔

۴۔اسماء بنت یزید بن سکن، جنہوں نے اپنے خیمے کے بانس سے ۹ رومیوں کو قتل کیا۔(اصابہ، جلد۴)

یہ سب خواتین ہیں جن کی جنگ یرموک میں شرکت کا ذکر ہمیں کتب رجال یا طبقات صحابہ میں ملتا ہے، جیسے طبقات ابن سعد، الاصابہ، اور سیر اعلام النبلاء، یا اردو کی وہ کتابیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ لیکن ان کے علاوہ بعض دوسری مجاہدات کے نام فتوح الشام میں دیے گئے ہیں اور افسوس کہ ان کا ذکر کتب طبقات صحابہ میں نہیں۔ ان میں عزہ بنت عامر بن عاصم الفہری، رملہ بنت طلیحہ زبیری، رعلہ، امامہ، زینب، لبنیٰ بنت حازم، سلمیٰ بنت زارع، مزروعہ بنت عملوق، کعوب بنت مالک بن عاصم، سعیدہ بنت عاصم الخولانی، سلمیٰ بنت ہاشم، نعم بنت فیاض (قناص؟) اور سلمیٰ بنت لوی ہیں۔ افسوس کہ ان موخر الذکر صحابیات کے حالات کتب طبقات میں نہیں ملتے۔

اگرچہ ہم کتاب فتوح الشام کی واقدی کی طرف نسبت پر تحفظات رکھنے کے بارے میں حق بجانب ہیں، لیکن اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ صاحب کتاب نے اپنی طرف سے خواتین کے یہ فرضی نام لکھ دیے ہیں۔ مسلمانوں کا بہت سا اولیں ذخیرہ کتب جس کا ذکر الندیم کی کتاب الفہرست یا، یاقوت کی معجم الادباء میں ہے، ضائع ہو گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان مجاہدات کے نام ان ضائع شدہ کتابوں میں ہوں۔ اس لیے ہمیں ان مجاہدات کے ناموں میں شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہیں۔ جنگ یرموک میں ان صحابیات کی شرکت ہماری خواتین کے لیے عملی مثال ہے۔ عصر حاضر کی مسلمان خواتین جو صلیبی دشمنوں کے مقابلے میں اپنے مسلمان بھائیوں یا شوہروں کے ساتھ اپنا کردار ادا کرنا چاہتی ہیں، جنگ یرموک کی روشنی میں ان کو اس بات کی مکمل اجازت ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ فضیلت واخلاق اور اسلامی حدود کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

کتاب 'فتوح الشام' کی واقدی سے نسبت کے بارے میں جو شکوک ہیں، ان سے قطع نظر اس بات کا انکار ممکن نہیں کہ اس کتاب نے مسلمانوں بلکہ مسلمان خواتین کے دلوں میں جذبہ جہاد اور سرفروشی کو زندہ رکھنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ برصغیر کے عظیم ترین مجاہد شہید رائے بریلوی کے خاندان کے ایک فرد سید عبدالرزاق کمالی نے اس کتاب کا منظوم ترجمہ ''صمصام الاسلام'' کے نام سے انیسویں صدی کے اواخر میں کیا تھا اور یہ منظوم ترجمہ، جو ۲۴ ہزار اشعار پر مشتمل ہے، ان کے خاندان میں باقاعدہ بلند آواز سے پڑھا جاتا تھا اور اس میں خواتین بھی شریک ہوتی تھیں۔ اس کتاب کا منظوم ترجمہ ترکی کی زبان میں بھی کیا گیا ہے اور فارسی زبان میں بھی۔ جنگ یرموک سے متعلق تاریخ طبری، تاریخ ابن الاثیر اور البدایہ والنہایہ وغیرہ کے مستند بیانات ہمیں تاریخی حقائق تو مہیا کرتے ہیں، لیکن یہ کتابیں ہمارے اندر جذبہ جہاد اور اپنے دین ووطن کی خاطر سرفروشی کی شمع روشن نہیں کرتیں۔ یہ کام بھرپور انداز میں کتاب 'فتوح الشام' نے انجام دیا ہے۔ لہٰذا اگر ہمیں اپنے دلوں میں موجودہ زمانے کے دشمنوں کے خلاف جذبہ جہاد کو زندہ رکھنا اور اس کو تیز کرنا مقصود ہو تو 'فتوح الشام' کا مطالعہ ہمارے لیے ناگزیر ہے۔